POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 24-25 January 2025, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

ہفت روزہ
ہماری زبان

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

اشاعت کا 86 واں سال

یکم تا ۷رفروری ۲۰۲۵ء • شمارہ:۵ • جلد:۸۴

Date of Publication: 23-01-2025 • Price: 5/- • 1-7 February 2025 • Issue: 5 • Vol:84

پروفیسر آفاق حسین صدیقی

علم و دانش کا چلتا پھرتا آثارُالصّنادید تھے

عارف عزیز

بیسویں صدی کا نصف آخر، علم وادب کی تاریخ کے صفحات پر بھوپال کے تناظر میں تنقیدی، تخلیقی اور تحقیقی رویوں کی یادگار تاریخ رہا ہے، پچاس ساٹھ برسوں پر محیط یہ عرصہ تو تبدیلیوں، تحریکوں اور رُجحانوں سے گہرے طور پر گندھا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یہاں شخصی حکمرانی اور اقتدار کی شکست وریخت نے کسی قدر تاخیر سے نئی نسل کو اپنی جانب متوجہ کر کے ترقی پسند تحریک کو بال و پر عطا کرنے میں کامیابی حاصل کی، جس کے نتیجے میں بھوپال کا نثری وشعری ادب نئی فکر وجہت سے آشنا ہوا اور وہ نسل پروان چڑھی جس نے قدوس صہبائی، جاں نثار اختر، نیاز فتح پوری، مقصود عمرانی، صفیہ اختر، احسن علی خاں، اخترِ سعید خاں، ابراہیم یوسف، محمد علی تاج، قمر جمالی اور صہبا لکھنوی کی قیادت و رہبری میں نئی حسیات، نئی جمالیات اور نئے لب و لہجہ سے زبان وادب کو روشناس کیا، اِن مشاہیر کی نگرانی وتربیت میں اہلِ قلم کی جو نئی پیڑھی پروان چڑھی، اُس میں آفاق حسین صدیقی کا نام اِس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ موصوف نے یکسوئی کے ساتھ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کو اپنا مشن بنایا اور جانفشانی کا مظاہرہ کر کے زبان وادب کے میدان میں خود بھی کارہائے نمایاں انجام دیے۔ تبھی تو کالی داس کے شہر اُجین میں جو آفاق صاحب کا میدانِ عمل بنا ایک نسل گزر جانے کے باوجود، اُن کے نام وکام کا ذکر احترام کے ساتھ ہوتا ہے۔

اپنے عہد کے خوش صفات وخوش اخلاق آفاق حسین صدیقی نے وسطِ ہند کی نوابی ریاست بھوپال میں 13 اپریل 1943 کو آنکھیں کھولیں لیکن تعلیمی اسناد میں اُن کی پیدائش 1944 درج ہے۔ جس خاندان میں وہ پیدا ہوئے، اُس کی صالح روایات کو جذب کرنے اور قول وفعل میں اُنھیں برتنے پر توجہ دی، خاندان کے بیش تر افراد صاحبِ علم وقلم تھے۔ مولوی عبدالحق کی فروغِ اُردو تحریک میں دل وجان سے سرگرم بھوپال کے بابائے اُردو صادق حسین صدیقی اور صحافی وادیب نذیر رحمانی آفاق صاحب کے حقیقی چچا تو مجاہدِ آزادی، صحافی وشاعر مقصود عمرانی حقیقی ماموں تھے۔ اِن کے علاوہ دیگر افرادِ خاندان میں مشہور آرٹسٹ عبدالحلیم انصاری، صحافی ومؤرّخ ایم عرفان، کتاب گھر بھوپال کے بانی محمد اسماعیل، ممتاز شعرا منور علی منور، باسط بھوپالی اور احمد علی جاوید صاحبان کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں۔

آفاق حسین کے والدِ ماجد حامد حسین صاحب محکمۂ تعلیمات میں مدرّس کی حیثیت سے مفصلات کے اسکولوں میں تعینات رہے لہٰذا اُن کی ابتدائی تعلیم اچھاور اور سیہور کے دیہاتوں میں ہوئی۔ مڈل کا امتحان بھوپال کے عبیدیہ اسکول سے دیا اور ثانوی درجات کی تعلیم جہانگیریہ اور حمیدیہ اسکول سے حاصل کی، میتھ وسائنس کے مضامین کے ساتھ ہائر سیکنڈری اور ہائر ہندی کے ساتھ انٹر کے امتحانات پاس کیے۔ اُردو کی ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی، سیفیہ کالج میں داخلہ لیا تو بی اے سالِ دوم میں اُردو کی باقاعدہ تعلیم کالج کے اُردو استاد پروفیسر عبدالقوی دسنوی کی ترغیب پر شروع کی۔

آفاق صدیقی کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز بھی پروفیسر عبدالقوی دسنوی کی زیرِ نگرانی سیفیہ کے سہ ماہی رسالہ ’نوائے سیفیہ‘ کے اجرا سے ہوا۔ رسالے کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کے دوران مضامین کے حصول کے لیے اُنھیں مقامی و بیرونی ادیبوں و شاعروں سے خط وکتابت اور دیگر ذرائع سے رابطے قائم کرنے پڑے جو بعد کی زندگی میں کام آئے۔ اِس زمانے میں مشاہیر سے موصول ہوئے خطوط بڑی تعداد میں اُن کے پاس محفوظ

آفاق صدیقی کی ادبی سرگرمیوں کا آغاز بھی پروفیسر عبدالقوی دسنوی کی زیرِنگرانی سیفیہ کے سہ ماہی رسالہ ’نوائے سیفیہ‘ کے اجرا سے ہوا۔ رسالہ کی ترتیب و تدوین اور اشاعت کے دوران مضامین کے حصول کے لیے اُنھیں مقامی و بیرونی ادیبوں و شاعروں سے خط و کتابت اور دیگر ذرائع سے رابطے قائم کرنے پڑے جو بعد کی زندگی میں کام آئے۔ اِس زمانے میں مشاہیر سے موصول ہوئے خطوط بڑی تعداد میں اُن کے پاس محفوظ ہیں، جن میں رشید احمد صدیقی، پروفیسر احتشام حسین، آل احمد سرورؔ، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، مسعود حسن رضوی ادیب، صالحہ عابد حسین، قرۃ العین حیدر، اخترالایمان اور یوسف ناظم وغیرہ کے خطوط شامل ہیں۔

قارئین! اب ’ہماری زبان‘ کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

ہیں، جن میں رشید احمد صدیقی، پروفیسر احتشام حسین، آل احمد سرورؔ، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، مسعود حسن رضوی ادیب، صالحہ عابد حسین، قرۃ العین حیدر، اختر الایمان اور یوسف ناظم وغیرہ کے خطوط شامل ہیں۔

اپنی ادبی سرگرمیوں اور منصبی ذمے داریوں کی انجام دہی کے دوران ہندی کے مشاہیر ادیب اور دانشور مہادیوی ورما، مہیش دت مصرا، ڈاکٹر نامور سنگھ، ڈاکٹر شیومنگل سنگھ سمن اور بھیشم ساہنی وغیرہ سے بھی بالمشافہ گفتگو اور ملاقاتیں ہوتی رہیں اور ذہن وفکر کی جِلا میں بقولِ خود اُن کے مددگار ثابت ہوئیں۔ 1965 میں سیفیہ کالج کے زمانۂ تعلیم کے دوران آفاق صاحب کو ایک اور سہ ماہی رسالہ 'مجلّہ سیفیہ' ایڈٹ کرنے کا موقع ملا، بی اے کرنے کے بعد 1966 میں ایم اے اُردو کی ڈگری کے لیے اُنھوں نے حمیدیہ کالج میں داخلہ لیا، یہ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی کا دَور تھا اور ڈاکٹر ابومحمد سحر نیز حنیف انصاری اساتذہ کی خدمت انجام دے رہے تھے، یہاں بھی وہ ادبی سرگرمیوں میں پیش پیش رہے، کالج کی بزمِ ادب کے زیرِ اہتمام اُنھوں نے متعدد جلسے منعقد کیے، جن میں پروفیسر احتشام حسین اور اختر الایمان کے استقبالیے قابلِ ذکر ہیں۔ وہ دوسال کالج میگزین اُردو شعبے کے ایڈیٹر رہے اور 1968 میں فرسٹ ڈویژن سے ایم اے کرنے کے بعد اُسی سال وکرم یونیورسٹی اُوجین کے زیرِ انتظام مادھو کالج اُوجین میں استاد کے عہدے پر فائز ہوئے اور 38 سال کا طویل عرصہ ڈگری نیز پوسٹ گریجویٹ طلبہ کی تعلیم میں بھرپور رہنمائی اور منصبی ذمے داری ادا کرنے کے ساتھ اپنی تنقیدی و تحقیقی سرگرمیوں میں صرف کیے۔ مختلف موضوعات اور شخصیات پر چونکا دینے والے مضامین سپردِ قلم کرکے سمیناروں اور علمی مجلسوں میں پیش کیے، اِن بکھرے مضامین کا ازسرِنو انتخاب کرکے اُنھیں شائع کردیا جائے تو اُردو کے قارئین کے لیے دل چسپی اور ادبیات کے طلبہ کے لیے رہنمائی کا کام کریں گے۔ آفاق صاحب 2006 میں بحیثیت صدر شعبۂ اردو ملازمت سے سبکدوش ہوکر کالج کی تاریخ میں اپنی کارکردگی کے انمٹ نقوش ثبت کرگئے۔ جس کی تفصیل کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں ہوسکتا، اجمال سے کام لیں تو آفاق حسین صدیقی کے زیرِ نگرانی طلبہ نے مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالات لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں ہی حاصل نہیں کیں، ایم اے سالِ آخر کے لیے بڑی تعداد میں مقالات بھی تحریر کیے۔ اُنھوں نے اُردو زبان وادب کی ترقی وترویج میں صرف تعلیم وتدریس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ملازمت کے 38 برسوں میں ایک سے بڑھ کر ایک عصری موضوعات پر قومی سطح کے سمینار منعقد کیے، جن میں غالبؔ کے دوسوسالہ یومِ پیدائش پر 'جشنِ غالبؔ' اور غالب کے فکروفن پر قومی سمینار، مالوہ میں اُردو زبان وادب پر نیشنل سمینار، مدھیہ پردیش میں اُردو زبان وادب آزادی کے بعد اور آزادی کے بعد مدھیہ پردیش میں اُردو تنقید و تحقیق پر کُل ہند سمینار شامل ہیں، اِس کے ساتھ صدیقی صاحب زبان وادب اور تعلیم کے فروغ کے لیے ہمہ وقت سینہ سپر رہ کر تعلیمی و ترقیاتی اداروں، اکیڈمیوں، یونی ورسٹیوں اور کالجوں سے عملی طور پر وابستہ اور تعلیم کے احیا کے لیے سرگرم رہے۔ وہ دورانِ ملازمت بیسٹ ٹیچر کے اعزاز اور علمی و ادبی خدمات کے لیے مدھیہ پردیش اُردو اکادمی کے 'نواب صدیق حسن خاں ایوارڈ' سے سرفراز ہوئے۔

آفاق حسین صدیقی صاحب دو مرتبہ مدھیہ پردیش اردو اکادمی کے ممبر نامزد ہوئے، وکرم یونیورسٹی اُوجین کے اردو بورڈ آف اسٹڈیز کے چار بار ممبر، دو مرتبہ چیئرمین اور ایک مرتبہ ایگزامینیشن کمیٹی کے ہیڈ کی حیثیت سے نامزد ہوئے۔ حمیدیہ کالج بھوپال، ایم ایل بی کالج بھوپال، برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال، روی شنکر شکل یونیورسٹی رائے پور، امراؤتی یونیورسٹی امراؤتی اور ممبئ یونیورسٹی ممبئ کے لیے بطور ایکسپرٹ اُن کی خدمات حاصل کی گئیں، اُنھوں نے علاقائی تعلیمی بورڈ اور یونیورسٹی کے نصابات کے ماہر کی حیثیت سے بھی پردیش اور اُس سے باہر کئی کمیٹیوں کے ممبر یا نگراں کے طور پر کام کیا اور این سی ای آر ٹی نئ دہلی کے کئی ورکشاپ میں حصّہ لیا نیز نصابی کتب کی تیاری میں شامل رہے جب کہ اُردو نصاب پر ایک کتاب برائے سالِ سوم خود مرتب کی۔ 'جاں نثار اختر شخص وشاعر' اُن کی تنقیدی کتاب 1987 میں شائع ہوئی اور بہار اُردو اکادمی سے اِسے انعام بھی ملا، 'نذرِ تخلص' (تخلص بھوپالی پر) 1987 میں، اقبال کے شعری اسالیب 1989 میں مرتب کرنے میں اُن کا اہم تعاون رہا، ان کے علاوہ مہاتما گاندھی اور مولانا ابوالکلام آزاد اور قاضی وجدی الحسینی ایک نابغۂ روزگار شخصیت'، عبدالرحمٰن بجنوری، محمود الحسینی اور غالبیات پر تحریر کیے گئے ان کے مقالات اردو تنقید وتحقیق میں منفرد مقام کے حامل ہیں۔

آفاق صدیقی کے پانچ درجن سے زیادہ مقالات، مضامین، کتابوں کے مقدموں اور اُن پر تبصروں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُنھوں نے ادب کی مختلف اصناف کے ساتھ ہر سطح کی شخصیتوں پر لکھا ہے، جن میں بھوپالیات سرِفہرست ہے۔ انھوں نے دورانِ ملازمت اور اُس سے ریٹائر ہونے کے بعد ہندستان کی مختلف یونی ورسٹیوں اور کالجوں کے اردو شعبوں، اکادمیوں اور علمی و ادبی انجمنوں کے نیشنل سمیناروں اور علمی مجلسوں میں جو مقالات ومضامین پیش کیے وہ بھی اُردو تنقید کے روشن حوالے کی حیثیت رکھتے ہیں، اِس کے علاوہ آل انڈیا ریڈیو کی فرمائش پر مختلف علمی وادبی موضوعات پر 46 تقاریر تحریر کیں اور یہ بھوپال، اندور نیز دوسرے ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر ہوئیں۔ علاوہ ازیں اُنھوں نے آل انڈیا ریڈیو کے ایک دوسرے منصوبے 'ریڈیو نشریات کے ذریعے درس و تدریس' کے عنوان سے اُردو بی اے سالِ اوّل، سالِ دوم اور سالِ سوم کے نصابات پر مشتمل اسباق پر سوالات کے معیاری جواب کے یونٹس مرتب کیے اور یہ یونٹس بھوپال ریڈیو سے نشر ہوئے۔ اِسی طرح بھوپال و دہلی دوردرشن کے زیرِ انتظام علمی وادبی موضوعات پر منعقدہ مباحثوں میں وہ بھوپال کی نمائندگی کرتے رہے، اُن کی غیر معمولی صلاحیت کے اظہار کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ مذکورہ سارے کام برسوں کمالِ پابندی و ذمہ داری کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ اِس عمر میں جب کہ وہ 80 سال عبور کرچکے تھے 2023 میں انھیں مدھیہ پردیش اردو اکادمی نے ایک اور ایوارڈ سے نوازا۔

اِن تمام خوبیوں اور صلاحیتوں کی بنا پر ہم آفاق حسین صاحب کا شمار اُردو کے کامیاب ادیبوں اور دانشوروں میں کریں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ بھوپال میں اُن کے معاصرین پر نظر ڈالیں تو وہ سب سے زیادہ تجربہ کار نظر آتے تھے، کیسا ہی اہم اور پیچیدہ موضوع ہو، اُردو حلقے مشورہ کے لیے اُن کی طرف دیکھتے تھے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ اِس کا کافی وشافی جواب دے کر سب کو مطمئن بھی کردیتے تھے۔ انتہائی رنج وملال کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ پروفیسر آفاق حسین صدیقی 12 جنوری 2024 کو ہم سے جدا ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور آغوشِ رحمت میں جگہ دے آمین۔

عارف عزیز

20- گھاٹی بھڑ بھونجہ روڈ، تلیا، بھوپال- 462001

E-mail:arifazizbpl@rediffmail.com

Mob. No. 9425673760

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

اردو املا اور حروفِ تہجی: لسانیاتی تناظر	رؤف پاریکھ	300/-
رموزِ اوقاف: کب، کہاں اور کیوں؟	ڈاکٹر شمس بدایونی	300/-
غروبِ شہر کا وقت	اُسامہ صدیق	900/-
کچھ اُداس نظمیں	ہربنس مکھیا	300/-
میانِ من وتو (تحقیقی وتنقیدی مضامین)	پروفیسر شاہد کمال	500/-
میرا جنون اردو (خطبات ومضامین)	طاہر محمود	700/-
میر کی خودنوشت سوانح (نثار احمد فاروقی)	صدف فاطمہ	400/-
کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق وتوازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
چند فکری وتاریخی عنوانات	پروفیسر حکیم سیّد ظل الرحمٰن	400/-
ریت سمادھی (گیتانجلی شری)	ترجمہ: آفتاب احمد	900/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کنایاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر...	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشر	400/-
کھُلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
وقائعِ بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem (میراجی)	بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشر	600/-
اُردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-
انتخابِ غالب	امتیاز علی عرشی	600/-
باغِ گلِ سرخ	افتخار عارف	300/-
رفتگاں کا سراغ	سرور الہدیٰ	450/-
کلّیاتِ مصطفیٰ زیدی	سرور الہدیٰ	900/-
اے زمین وطن اور دیگر مضامین	ڈاکٹر نریش	225/-
ارمغانِ علی گڑھ	پروفیسر خلیق احمد نظامی	400/-
تاریخ وآثارِ دہلی	معین الدین عقیل	100/-
مجموعۂ سلام مچھلی شہری	بیدار بخت	700/-
کستوری کُنڈل بسے	ڈاکٹر نریش	250/-
اپنی لاڈلی ڈینش بچّی کے نام گاندھی جی کے محبت نامے	نصر ملک	250/-
سرمایۂ کلام	منیب الرحمان	500/-

زبانِ اُردو کے فروغ میں تعلیم کا کردار

غضنفر اقبال

زبانِ اُردو کی شیرینی، مٹھاس اوراُس کی معنویت، جنوبی ایشیا کی تمام زبانوں پر مقدم ہے۔اُردو کا تعلق، ہند آریائی خاندان سے ہےاور یہ زبان ایک عوامی زبان کا درجہ رکھتی ہے۔زبانِ اُردومشترکہ تہذیب کی نشانی کےطور پراُبھری۔آئین میں اس کوتسلیم کرلیا گیالیکن حالیہ برسوں میں اُردوکا تشخص پامال ہوااوراس کوحقارت کی نگاہ سے دیکھاجاتارہاجس کی وجہ سےیہ ابتذال کا شکارہوکررہ گئی۔

عہدِ موجود میں زبانِ اُردو کا یہ عالم ہے کہ جنھیں فخر تھا اپنی زبان اور زبان دانی پر وہ اُن کے گھروں سے رخصت ہوچکی اور دراوڑی زبانوں کے مامن ومسکن کرناٹک،مہاراشٹر،آندھراپردیش،تلنگانہ اور تمل ناڈو کے وہ علاقے جہاں نوابین آرکاٹ کی حکمرانی تھی اُس میں تابندہ ہے۔

زبانِ اُردو کے فروغ کے لیے حکومت ہند نے گجرال کمیٹی، سردارجعفری کمیٹی،سید حامد کمیٹی اورعزیز قریشی کمیٹی تشکیل دی مگران کمیٹیوں کی خدمات فائلوں کی زینت بن گئی۔کچھ ریاستی حکومتوں کو چھوڑکرحکومت کا زبانِ اُردو کےساتھ رویہ کل بھی بہتر تھااورآج بھی زبانِ اُردو کی اشاعت کے لیے علاقائی سطح پراُردواکادمی کا وجود ہے۔ مرکزی ساہتیہ اکیڈمی کی زبانوں میں اُردوبھی شامل ہے۔قومی کونسل برائے فروغِ اُردوزبان نئی دہلی اور تعلیمی فروغ وامکان کے لیے برسرِکار این سی ای آرٹی کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔

اہلِ اُردو میں اعتماداوراعتبار کےفقدان نے زبانِ اُردوکواپنے خول میں بند کردیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے سیاست دانوں کوزبانِ اُردو کاایک موضوع مل گیا جس پر سیاست نے اپنا رنگ جمایااور یہ رنگ تجارت کا ذریعہ بن گیا۔آج ملک میں زبانِ اُردو کا کاروبار ہوتا ہے۔ غلامانہ اذہان کےطرزِ عمل نے اُردو کی حیثیت کومعدوم کردیا اسی کے نتیجے میں یہ زبان ایک فرقہ کے افراد سے معنون ہوگئی۔خاطر نشان رہے کہ زبانِ اُردوسخت جان واقع ہوئی ہے۔اس کے دامن میں صدیوں کا سرمایہ ہےاوراس کی جڑیں گہری ہیں۔

تعلیم زبانِ اُردو کا قلب ہے۔اُردو کی دھڑکنیں تعلیم سے ہی ہیں۔تعلیم میں جتنی طاقت ہوگی اتنی ہی زبانِ اُردو کی عمرلمبی ہوگی اور اُس کو جاودانی عطا ہوگی۔شرط یہ ہے کہ زبانِ اُردو کی تعلیم کو بلند اور معیاری بنانے کے مختلف اقدامات کرنے ہوں گے کیوں کہ غذا اور پانی کے بعد تعلیم انسان کے لیے ناگزیر ہے کیوں کہ تعلیم ہی سے شعوروآگہی کے سوتے پھوٹتے ہیں۔تعلیم حاصل کرنے پر ہر مذہب نے زوردیا ہے۔غاروں، پاٹھ شالاؤں،مکتبوں، گروکلوں،کالجوں اور جامعات میں تعلیم حاصل کی جاتی رہی ہے۔تعلیم،انسان اورمعاشرے کی تعمیر وترقی کے لیے ازبس ضروری ہے۔ڈاکٹرعصمت جاوید مرحوم رقم طراز ہیں:

> ”تعلیم ایک معاشرتی سرگرمی ہےاور ہر معاشرتی سرگرمی کی طرح وہ معاشرے سے کچھ تامل کی مرہونِ منت ہے۔ خراب معاشرہ تعلیم کی حقیقی روح کوختم کرسکتا ہےاوراچھی تعلیم معاشرے کوصحیح رُخ بھی دے سکتی ہے۔معاشرے سےتوافق پیدا کرنا اوراسے بدلنا دونوں خصوصیات ہرارتقا یافتہ نامیے کی شناخت ہیں۔“

تعلیم گویاایک معاشرہ ہے۔اُردو ذریعۂ تعلیم کا فروغ ہی زبانِ اُردو کی زندگی ہے۔زبانِ اُردوعہدِ موجود میں توجہِ خاص کی مستحق ہے۔ اگر یہ اسکولی نظام سے غائب ہوگئی تو اُس دن انسان اورانسانی زندگی گونگی اور بہری ہوجائے گی۔ زبانِ اُردو کی بقا اوراس کی ترویج و اشاعت تعلیمی نظام میں مضمر ہے۔اُس کے امکانی حوالے کیا ہیں،اُن

تعلیم زبانِ اُردو کا قلب ہے۔اُردو کی دھڑکنیں تعلیم سے ہی ہیں۔تعلیم میں جتنی طاقت ہوگی اتنی ہی زبانِ اُردو کی عمرلمبی ہوگی اوراُس کو جاودانی عطا ہوگی۔شرط یہ ہے کہ زبانِ اُردو کی تعلیم کو بلند اورمعیاری بنانے کے مختلف اقدامات کرنے ہوں گے کیوں کہ غذا اور پانی کے بعد تعلیم انسان کے لیے ناگزیر ہے کیوں کہ تعلیم ہی سے شعوروآگہی کے سوتے پھوٹتے ہیں۔تعلیم حاصل کرنے پر ہر مذہب نے زوردیا ہے۔غاروں، پاٹھ شالاؤں،مکتبوں، گروکلوں، کالجوں اور جامعات میں تعلیم حاصل کی جاتی رہی ہے۔تعلیم، انسان اورمعاشرے کی تعمیر وترقی کے لیے ازبس ضروری ہے۔

پرایک نظر ڈالتے ہیں۔

اُردو میڈیم اسکولوں میں معیاری تعلیم کو برقرار رکھنے کے لیے ایسے اساتذہ کا تقرر کیا جائے جن کا شوق تدریس سے انسلاک نہیں بلکہ انھوں نے اپنے ذوق سے اس پیشے کا انتخاب کیا ہے کیوں کہ تمام پیشوں کا درس تدریس دیتی ہے۔اُردو تعلیم گاہوں میں نصاب کی تدوین میں طلبہ یا بچوں کی عمر کا لحاظ نہیں رکھا جاتا بلکہ اُس کی عمر کے آگے کی نگارشات اس میں شامل کی جاتی ہیں۔درسی کتب میں خاص طور سے ایسے نصاب کی تسوید کی جائے جس سے طلبہ کے ذہن کوصالح زندگی کی روشن راہیں مل سکیں۔ڈاکٹر وہاب عندلیب کےلفظوں میں:

> ”اُردو میں نصاب سازی کا کام بھی تشفی بخش نہیں ہے۔ رواروی میں مرتبہ ہمارا نصاب نہ صرف ناقص اورازکارِ رفتہ ہے بلکہ طلبہ کی اُمنگوں وضرورتوں کی کتاب پر اعتماد نہیں کرتے۔ان کا واسطہ تو تعلیمی عمل میں ایک زندہ ومتحرک شے یعنی طالبِ علم سے ہوتا ہے،اس لیے نصاب اور کتاب معلم کے لیے منزل نہیں بلکہ منزل کی نشان دہی کے لیے معاون ہوسکتے ہیں۔“

اُردو میڈیم کے طلبہ کے لیے ابتدائی جماعتوں سے ہی ایسے اسباق نصاب میں شامل کیے جائیں جس کا لفظ لفظ حسنِ اخلاق کا نمائندہ ہو۔حسنِ سلوک،حسنِ اخلاق اوراخلاقی خصائل کی کارفرمائی اصلاح کی صورت میں موجود ہو۔طلبہ کے ساتھ شفقت ومحبت کا سلوک روارکھنا چاہیے نہ کہ مساوی سلوک کا رویہ۔

طلبہ کو اُردو مدارس کی جانب راغب کرنے کے لیے اسکولوں میں دینی معلومات،اسلاف کی تاریخ،اسلاف کی وہ تاریخ پڑھائی جائے جس کا حقیقت اورصداقت سے تعلق ہو کیوں کہ درودیوار اگر برادرانِ وطن ہیں تو قومِ مسلم بنیاد کا پتھر ہے۔اُردونصاب میں حالاتِ حاضرہ اورعام معلومات کو شامل کیا جائے اورطلبہ کی دل چسپی اور اشتیاق کے لیے اُردوادب اورشہر کے کسی ایسے فن کار سے ملاقات کروائی جائے جس کے کام اور کارنامے چہاردانگِ عالم میں پھیل چکے ہیں۔طلبہ کو عمدہ اشعار یاد کروائے جائیں ضرب الامثال اور محاوروں کے استعمال سے واقف کروایا جائے نیز الفاظ ومعانی یاد کرنے پرزوردیا جائے۔یہ باتیں اُردو تعلیمی نظام کواعلا معیار سے ہم آہنگ کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔

اُردو ذریعۂ تعلیم میں تو اُردوکواوّلین زبان کےطور پر داخل کرنا ضروری ہےلیکن وہ تعلیمی درس گاہیں جن کے روحِ رواں قومِ مسلم کے نمائندے ہیں، وہاں اُردو کو ایک اختیاری زبان کے طور پر پڑھایا جائے۔اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ اُردواساتذہ قابل ہی نہیں بلکہ دیگرعلوم پر بھی اُن کی گہری نگاہ ہو،ایسے اساتذہ کا تقررعمل میں لایا جائے، اس لیے کہ انگریزی ذریعۂ تعلیم کے اسکولوں میں اُردو کے فروغ کےزیادہ امکانات ہیں۔

دینی مدارس سے دینِ حنیف کی تعلیم وتربیت اُردو میں کی جاتی ہے۔یہاں اُردو تعلیم کا دائرہ ہندوپاک سے نکل کرامریکہ،یوروپ اور افریقی ممالک میں پھیل چکا ہے۔چوں کہ ان مدارس میں زبانِ اُردو اپنی توانائی، رعنائی اورتابناکی کے ساتھ زندہ ہے۔ان مدارس میں بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ زبانِ اُردو کے علاوہ دیگر عصری علوم کو بہ زبانِ اُردو پڑھایا جائے کیوں کہ یہ عہد ایک سے زائد علوم حاصل کرنے کا ہے۔

پیشہ ورانہ تعلیم کی زبان انگریزی ہے۔ان اداروں میں بھی زبانِ اُردو کا جادو جگایا جائے۔ثانوی زبان کے طور پر ہی سہی ایک مضمون زبانِ اُردو کا ضرور داخل کیا جائے۔عہدِ موجود کی بول چال بالکل Anglo-Urdu بن گئی ہے۔خالص اُردو میں بات کرنا بڑے سے بڑے اشخاص کسرِشان سمجھتے ہیں۔گھر میں ایک ایسی زبان میں گفتگو ہورہی ہے جس کا سراور پاؤں تلاش کرنا عبث ہی ہے۔وہ علمی گھرانے اب خواب ہوچکے ہیں جہاں کی اقدار اورتہذیب فخر کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

بہرحال،محبانِ اُردو اورکارکنانِ مدارس اُردو تعلیم کوفروغ اور اُس کو بامعنی، بامقصد بنانے کے لیے تعاون کریں، یہ وقت کا تقاضا بھی ہے کہ زبانِ اُردو کی خدمت اخلاص،ایثار اور دل سوزی سے کریں۔اُردو تعلیم اوراُردو تعلیمی درس گاہوں کوکسی ایسی طغیانی سے آشنا کریں جس کی موجوں میں تاقیامت اضطراب پیدا ہوتا رہے۔یہی اُردو تعلیم کی حقیقی خدمت ہوگی۔

’سائبان‘ زبیر کالونی،ہگارگا کروس، رِنگ روڈ،گلبرگہ-585104(کرناٹک)
Mob. No. 09945015964
email:ghazanfaronnet@gmail.com

اردو دُنیا

اردو مشاورتی کمیٹی اور بہار اردو اکادمی کی تشکیلِ نو کے لیے وزیرِ اعلا کو عرض داشت

مظفر پور (5 جنوری)۔ پرگتی یاترا کے تحت وزیرِ اعلا نتیش کمار نے مظفر پور ضلع کے مشہری بلاک حلقہ واقع نرولی میں اولڈ ایج ہاؤس کا افتتاح کیا۔ اس موقعے پر اروائی اسمبلی حلقے سے عظیم اتحاد کے حمایت یافتہ سی پی آئی ایم ایل کے سابق امیدوار آفتاب عالم کی قیادت میں سی پی آئی ایم ایل کے وفد نے وزیرِ اعلا نتیش کمار سے ملاقات کی۔ وفد میں انصاف منچ مظفر پور کے سکریٹری انجینئر ظفر اعظم، سی پی آئی ایم ایل ضلع کمیٹی کے رکن و مشہری بلاک کے سکریٹری وملیش مشرا، منوج کمار یادو، پرشورام پاٹھک، ایڈوکیٹ مکیش پاسوان، اعجاز احمد اور محمد ریحان شامل تھے۔ وفد نے وزیرِ اعلا کو درج ذیل عرض داشت پیش کی۔ عرض داشت میں کہا گیا ہے کہ بہار میں پرگتی یاترا کے دوران آپ کی مظفر پور میں آمد ہے، ہم بھا کپا-مالے مظفر پور کی جانب سے درج ذیل مطالبات پیش کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ عوام کو مفاد پہنچانے کی غرض سے آپ ان پر سنجیدگی سے غور کریں گے: گذشتہ دنوں ہونے والے بی پی ایس سی کے امتحان کو منسوخ کیا جائے۔ امتحان منسوخ کرنے کے لیے طلبہ اور نوجوانوں کی تحریک پر جبر بند کیا جائے اور ان سے مذاکرات کیے جائیں۔ تفصیلی مطالبات جن میں اردو سے متعلق نکات بھی شامل ہیں، وہ یہ ہیں: چھے برسوں سے زیرِ التوا اردو مشاورتی کمیٹی کی تشکیلِ نو کی جائے اور اسے آئینی حقوق دیے جائیں۔ چھے برسوں سے معطل بہار اردو اکادمی کی تشکیلِ نو کی جائے۔ بارہ ہزار اردو ٹی ای ٹی امیدواروں کے نتائج جاری کیے جائیں۔ اردو آبادی کے طلبہ کے لیے میٹرک تک اردو کی لازمی تعلیم کی فراہمی کی جائے۔ ہر اسکول میں ایک اردو استاد کی تقرری کی جائے جیسا کہ وزیرِ اعلا نے اعلان کیا تھا۔ اردو اسکولوں کے طلبہ کو اردو میں کتابیں فراہم کی جائیں۔ اردو اخبارات کو اردو میں اشتہارات دیے جائیں۔ مدرسہ بورڈ کے چیئرمین کی تقرری اور اس کا ازسرِ نو قیام کیا جائے۔ اردو ڈائرکٹوریٹ کا طویل عرصے سے بند پڑا راج بھاشا ایوارڈ جاری کیا جائے۔ تمام یونی ورسٹیوں اور کالجوں میں جہاں اردو کا شعبہ قائم نہیں ہوا ہے، وہاں اردو کا شعبہ قائم کیا جائے۔ محکمہ جاتی اردو امتحان پاس کرنے والے سرکاری ملازمین کو ایک اضافی تنخواہ دی جائے۔ (قومی تنظیم۔ پٹنہ)

سرکاری اسکولوں میں پی جی ٹی کے 432 عہدوں پر بھرتی کے لیے درخواست دینے کا عمل شروع

نئی دہلی (20 جنوری)۔ دہلی سرکار کے ماتحت خدمات سلیکشن بورڈ (ڈی ایس ایس بی) نے دارالحکومت کے سرکاری اسکولوں میں پوسٹ گریجویٹ ٹیچرز (پی جی ٹی) کے لیے 432 عہدوں پر بھرتی کے لیے درخواست کا عمل شروع کر دیا ہے۔ دل چسپی رکھنے والے امیدوار ڈی ایس ایس بی کی ویب سائٹ پر جا کر 14 فروری 2025 تک درخواست دے سکتے ہیں۔ ڈی ایس ایس بی کے متعلقہ حکام کے مطابق یہ بھرتی پی جی ٹی کے مختلف مضامین سے متعلق ہے۔ جو امیدوار اِن عہدوں کے لیے درخواست دینا چاہتے ہیں، اُن کے پاس متعلقہ مضمون میں ماسٹرز ڈگری (پوسٹ گریجویشن) ہونی چاہیے، ساتھ ہی بی ایڈ کی ڈگری بھی لازمی ہے۔ اسی دوران ڈی ایس ایس بی نے پی جی ٹی کے عہدوں کے لیے عمر کی حد میں پہلے ہی کمی کر دی تھی۔ اس کے تحت صرف 30 سال تک کے امیدوار پی جی ٹی کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔ تاہم مخصوص طبقات (ریزروڈ کیٹیگری) کے امیدواروں کو اس میں رعایت دی گئی ہے۔ (انقلاب۔ دہلی)

اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے صدر ڈاکٹر سیّد احمد خاں نے راجستھان کے وزیرِ اعلا کو مکتوب ارسال کیا

نئی دہلی (24 جنوری)۔ اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے قومی صدر ڈاکٹر سیّد احمد خاں نے راجستھان کے وزیرِ اعلا کو ایک خط لکھ کر ہندستانی زبان اردو کو معدوم ہونے سے بچانے اور اخلاقی اقدار پر مبنی تعلیم کو فروغ دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ ڈاکٹر سیّد احمد خاں نے راجستھان کی ریاستی سرکار کو یاد دلایا کہ اردو نہ صرف ہندستان کی زبان ہے بلکہ پورے ملک میں بہت مقبول ہے۔ آج بھی ملک کے کونے کونے میں اردو پڑھی، لکھی اور بولی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہندی کو فروغ دینے میں اردو بھی ایک موثر ذریعہ ہے۔ ڈاکٹر سیّد احمد خاں نے اپنے مکتوب میں وزیرِ اعلا راجستھان سے شکایت درج کراتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ جب سے آپ نے راجستھان میں حکومت سنبھالی ہے، اردو زبان پر آفت آگئی ہے کیوں کہ پہلے تو راجستھان اردو اکیڈمی میں تالا بندی ہوئی اور اب اردو تعلیم پر ضرب کاری کا حکم نامہ آگیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی تحریر کیا کہ راجستھان سرکار کا محکمۂ تعلیم تنگ نظری ترک کر کے ہندستان کی مقبول زبان اردو کو فروغ دے اور 17 جنوری 2025 کو بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان کے جاری کردہ حکم نامے کو منسوخ کرے تاکہ اردو میڈیم اسکولوں کا وجود برقرار رہے۔ ڈاکٹر سیّد احمد خاں نے یہ بھی تحریر کیا کہ اردو میڈیم اسکول اجمیر سمیت پورے راجستھان میں یہ آزادی سے پہلے سے قائم تھے اور اب انھیں ہندی میڈیم اسکولوں میں ضم کرنے کے احکام جاری کیے گئے ہیں۔ انھوں نے وزیرِ اعلا سے اس حکم کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (انقلاب۔ دہلی)

مولانا مظہر الحق عربی وفارسی یونیورسٹی میں اردو زبان پر پابندی لگانا غلط

پٹنہ (12 جنوری)۔ مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونی ورسٹی کے ڈیولپمنٹ افسر ڈاکٹر انعام ظفر شمسی کے اردو زبان کے استعمال کی وجہ سے تنخواہ روکنے کا حکم رجسٹرار کرنل کامیش نے دیا ہے۔ دراصل رجسٹرار کرنل کامیش نے کسی بات کی وضاحت طلب کی تھی جس کا جواب انھوں نے اردو میں دیا تو اردو دشمن رجسٹرار کرنل کامیش چراغ پا ہو گئے اور انھوں نے یہ کہتے ہوئے کہ سرکاری زبان ہندی اور انگریزی ہے، انعام ظفر کے خلاف وجہ بتانے کے لیے مکتوب جاری کر دیا جس کا جواب بھی انھوں نے پھر سے اردو زبان میں ہی دیا اور یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ اردو بہار کی دوسری سرکاری زبان ہے اور مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونی ورسٹی میں خصوصی طور پر اردو زبان کے استعمال پر پابندی لگانا گویا فصلِ گل میں نکہتِ گل پر پابندی عائد کرنے کے مترادف ہے۔ یہ باتیں قومی اساتذہ تنظیم بہار کے ریاستی کنوینر محمد رفیع نے کہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جب مجھے ان باتوں کی خبر معتبر ذرائع سے ہوئی تو میں نے ڈاکٹر محمد انعام ظفر صاحب سے بات کی تو انھوں نے کہا کہ مجھے اردو زبان کے استعمال سے روکنے کی کوشش میرے بنیادی حقوق سے محروم کرنے کی سازش ہے جس سے میں نے معزز وائس چانسلر پروفیسر محمد عالمگیر صاحب کو اردو زبان میں ہی اپنی عرض داشت پیش کر کے رجسٹرار صاحب کے اس آمرانہ حکم کو منسوخ کرنے کی درخواست کی ہے اور جناب ظفر نے صاف لفظوں میں ہم سے کہا ہے کہ اردو نہیں تو ہم نہیں۔ اس لیے میں معزز چانسلر و گورنر آف بہار کے ساتھ اردو دوست معزز وزیرِ اعلا بہار جناب نتیش کمار سے مانگ کرتا ہوں کہ ایسے اردو دشمن رجسٹرار کرنل کامیش کو عربی و فارسی یونی ورسٹی جس کی بنیاد ہی عربی فارسی و اُردو زبان کا فروغ ہے، سے جلد از جلد برخاست کیا جائے اور بہار کی دوسری سرکاری زبان اردو کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کرنے کے خلاف ان پر مناسب کارروائی کی جائے۔ (قومی تنظیم۔ پٹنہ)

عثمانیہ یونی ورسٹی کے پی ایچ.ڈی انٹرنس ٹسٹ میں اردو شامل نہیں

حیدرآباد (19 جنوری)۔ عثمانیہ یونی ورسٹی، جو دنیا کی پہلی اردو میڈیم یونی ورسٹی ہونے کا اعزاز رکھتی ہے، آج اپنی بنیادی شناخت یعنی اردو زبان کے فروغ میں ناکام ہوتی نظر آرہی ہے۔ یہ صورتِ حال تشویش ناک ہے کہ یونی ورسٹی میں اردو مضمون کے تحت مسلسل پی ایچ.ڈی کے دوسرے انٹرنس ٹسٹ کے باوجود اردو کی نشستیں پُر نہیں کی جارہی ہیں۔ یہ صورتِ حال نہ صرف اردو زبان و ادب کے شائقین کے لیے مایوس کن ہے بلکہ اس عظیم تعلیمی ادارے کے وقار پر بھی سوالیہ نشان کھڑا کرتی ہے۔ اردو مضمون کے تحت پی ایچ.ڈی کی نشستیں نہ بھرنے کی ایک وجہ پروفیسر کی عدمِ موجودگی بتائی جاتی ہے لیکن یہ دلیل اس وقت بے وزن معلوم ہوتی ہے جب یونی ورسٹی میں ایکسٹرنل پروفیسر کی خدمات حاصل کرنے کا آپشن موجود ہے۔ بیرونی ماہرین کی مدد سے طلبہ کی رہنمائی کی جاسکتی ہے اور تحقیقی کام کا معیار متاثر کیے بغیر ان نشستوں کو پُر کیا جاسکتا ہے، تاہم نہ سابق وائس چانسلر نے اس مسئلے پر سنجیدگی دکھائی نہ موجودہ انتظامیہ اس پر غور کر رہا ہے۔ یہ صورتِ حال اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اردو زبان، جو کبھی اس یونی ورسٹی کی شناخت تھی، اب نظرانداز ہو رہی ہے۔ عثمانیہ یونی ورسٹی کا قیام اردو زبان کے فروغ اور علمی میدان میں اس کے کردار کو مضبوط کرنے کے لیے عمل میں لایا گیا تھا، لیکن موجودہ حالات بتاتے ہیں کہ یونی ورسٹی اپنے اس بنیادی مقاصد سے دور ہو رہی ہے۔ یہ مسئلہ صرف یونی ورسٹی کی انتظامیہ تک محدود نہیں ہے۔ ریاست کے مسلم سیاسی قائدین اور اردو تنظیمیں بھی اس صورتِ حال کی ذمے دار ہیں کیوں کہ انھوں نے اردو زبان کے فروغ اور اس کے تحفظ کے لیے اپنی ذمے داریوں کو موثر انداز میں ادا نہیں کیا۔ ان تنظیموں کو چاہیے کہ وہ اس مسئلے کو وزیرِ اعلا کے علم میں لائیں اور اردو مضمون کو پی ایچ.ڈی انٹرنس ٹسٹ میں شامل کرنے کے لیے دباو ڈالیں۔ عثمانیہ یونی ورسٹی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اردو زبان کے فروغ کے لیے فوری اقدام کرے۔ اردو مضمون میں پی ایچ.ڈی نشستوں کو پُر کرنا، بیرونی پروفیسر کی خدمات حاصل کرنا اور انٹرنس ٹسٹ میں اردو مضمون کو شامل کرنا وہ بنیادی اقدام ہیں جن پر عمل کرنا ناگزیر ہے۔ ریاستی حکومت، مسلم سیاسی رہنما اور اردو تنظیمیں اگر مل کر اس مسئلے کو حل کریں تو نہ صرف یونی ورسٹی کا وقار بحال ہوگا بلکہ اردو زبان کی عظمت بھی برقرار رہے گی۔ (منصف۔ حیدرآباد)

ہندستانی عناصر کی نمائندگی، سائنسی تغیرات اور ترجمہ اردو زبان کا منشور ہونا چاہیے: ڈاکٹر شمس اقبال

’وکست بھارت کا وژن اردو زبان کا مشن‘ کے بنیادی تھیم کے تحت قومی اردو کونسل کی عالمی اردو کانفرنس 21 تا 23 فروری 2025

نئی دہلی (23 جنوری، پریس ریلیز)۔ آج قومی اردو کونسل کے صدر دفتر میں ساتویں عالمی اردو کانفرنس کے سلسلے میں ایک مشاورتی میٹنگ کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس موقعے پر کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر شمس اقبال نے میٹنگ کے شرکا کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ فروغِ اردو کے منصوبے میں اردو کے ادبی پہلوؤں کے ساتھ عصری تقاضوں اور تغیرات کو ذہن میں رکھتے ہوئے نئے موضوعات کو بھی ...(بقیہ صفحہ 7 پر)

انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کی ریاستی کانفرنس کے لیے میٹنگ

رانچی (پریس ریلیز)۔ 25 جنوری کو شام چھے بجے انجمن ترقی اردو جھارکھنڈ کی ریاستی کانفرنس کی تیاری وغیرہ کو لے کر آن لائن توسیعی میٹنگ ڈاکٹر یاسین انصاری کی صدارت میں منعقد کی گئی۔ اس میٹنگ میں 12 ضلعوں خصوصی طور پر رانچی، جمشید پور، ہزاری باغ، گڑھوا، لاتیہار، ڈالٹن گنج، کوڈرما، لوہردگا، گڈا، دیوگھر، گریڈیہ کے علاوہ مانجھی اور رنکا بلاک کے انجمن ترقی اردو کے نمائندے شامل ہوئے اور کانفرنس کی تیاری وغیرہ کو لے کر اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بلاشبہ رانچی کی سرزمین پر یہ ایک تاریخ ساز کانفرنس ہونے جارہی ہے جس کی بازگشت دور تک سنائی دے گی۔

مرکزی نمائندہ ایم زیڈ خان نے اب تک ہوئی پیش رفت پر مختصر نکات پیش کیے اور یہ اطلاع دی کہ مہمانِ اعزاز کے لیے وزیر اقلیتی امور سے منظوری لی جا چکی ہے۔ مہمانِ خصوصی کے لیے وزیرِ اعلا کو لکھا جاچکا ہے۔ ایک دو دن میں ان سے ملاقات کر کے منظوری لے لی جائے گی۔ ڈاکٹر اطہر فاروقی، سبھاشنی علی، ڈاکٹر خالد اشرف اور ڈاکٹر صفدر صاحبان سے منظوری لی جا چکی ہے۔ ہندی کے ادیبوں سے بھی منظوری مل چکی ہے۔

ریاستی کانفرنس 16 فروری کو دھروا میں واقع پرانی ودھان سبھا کے ہال میں دو سیشن میں کرائی جائے گی۔

آج کی میٹنگ کو ڈاکٹر ہمایوں اشرف، سلیمان جہانگیر، پروفیسر عبد القدوس، امام الحق، ڈاکٹر جمشید قمر، خدا بخش انصاری، مصطفیٰ بلخی، ضیاء المبین انصاری، ڈاکٹر فرحت جہاں، یاسمین لال، ڈاکٹر انظر حسین، رضا مدھوپوری، شازیہ شبنم، سیّد اقبال احمد، سمیع احمد خان، محسن اعظم، انتخاب عالم اور ڈاکٹر یاسین انصاری نے خطاب کیا اور کچھ مفید مشورے بھی دیے۔

آج کی توسیعی میٹنگ میں ان تجاویز پر اتفاق کیا گیا:

1- محمد افضل انیس اور ایس ایم اے رضوی کو الیکشن کنوینر نامزد کیا گیا۔
2- ایک سو روپیہ ڈیلی گیٹ طے کی گئی۔
3- انتخاب سے ایک ہفتہ قبل ڈیلی گیٹ کی فہرست اسٹیٹ کنوینر کو مہیا کرائی جائے۔
4- دس دنوں کے اندر ممبر شپ کا اسٹیٹ شیئر کلیر کر دیا جائے۔
5- صدر، سکریٹری، خازن، نائب صدر، جوائنٹ سکریٹری اور اسسٹنٹ سکریٹری کے عہدوں کے لیے انتخاب سے ایک ہفتہ قبل الیکشن کنوینر کے پاس کاغذاتِ نامزدگی جمع کر دیا جائے۔
6- پچھلی میٹنگوں میں لیے گئے فیصلے کے مطابق کانفرنس کے اخراجات کے لیے مجوزہ رقم جلد جمع کر دی جائے۔

شرکاے مجلس میں ڈاکٹر ایم این صدیقی، حاجی اشفاق حسین، صدرالدین خان، نٹ کھٹ عظیم آبادی، احمد جامی، منور حسین، ام حبیبہ، محبوب عالم، مفتی سعید عالم، ڈاکٹر سجاد حسین، آفتاب عالم، محمد معراج اور قمرالدین وغیرہ شامل تھے۔

اگلی میٹنگ 7 فروری کو رکھی گئی ہے۔

ڈاکٹر غضنفر اقبال کو عصمت جاوید ایوارڈ تفویض

شولاپور (یکم فروری، پریس ریلیز)۔ واجد اختر صدیقی کی اطلاع کے بہ موجب ادارہ ادبِ اسلامی ہند حلقہ مہاراشٹر کی جانب سے معروف اردو قلم کار ڈاکٹر غضنفر اقبال کو ان کی نثری خدمات کے اعتراف میں ڈاکٹر عصمت جاوید ایوارڈ ادارہ ادب اسلامی کی دو روزہ سالانہ کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں ایس ایس، اے آرٹس اینڈ کامرس کالج شولاپور میں ممتاز افسانہ و ناول نگار ڈاکٹر سلیم خان کے ہاتھوں تفویض کیا گیا۔ یہ ایوارڈ تیس ہزار روپے، سپاس نامہ، مومنٹو اور شال پر مشتمل ہے۔

اردو کسی خاص مذہب یا علاقے کی نہیں بلکہ ہندستان کی زبان ہے

اردو بہار کی دوسری سرکاری زبان ہے، اسے اس کا جائز حق ملنا چاہیے

کشن گنج (4 جنوری)۔ کشن گنج ضلع میں ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (ڈی ای او) ناصر حسین نے ضلع کے سی بی ایس ای اسکولوں میں طلبہ کو اردو زبان پڑھانے کا حکم جاری کیا تھا، جسے بعد میں دباو کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا۔ انھوں نے سی بی ایس ای سے منسلک تمام پرائیویٹ اسکولوں کو اس حکم سے متعلق ایک خط جاری کیا تھا۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کے اس حکم کے بعد ریاست میں سیاسی سرگرمیاں بڑھ گئیں۔ اس پر بی جے پی لیڈروں نے اپنا ردِ عمل دینا شروع کر دیا تھا۔ ڈی ای او نے اپنے حکم میں کہا تھا کہ ڈسٹرکٹ ڈیولپمنٹ کوآرڈی نیشن اینڈ مانیٹرنگ کمیٹی (ڈیشا) کی میٹنگ میں کانگریس ایم ایل اے اظہار الحسین اور ایم پی ڈاکٹر جاوید آزاد نے بتایا تھا کہ ضلع میں چل رہے پرائیویٹ اسکولوں میں اردو نہیں پڑھائی جارہی ہے جب کہ یہ ضلع اردو آبادی والا ضلع ہے۔ خط میں تمام سی بی ایس ای اسکولوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ طلبہ کو اردو مضامین پڑھائیں۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر ناصر حسین نے اپنے خط میں مزید کہا تھا کہ سی بی ایس ای بورڈ کے ساتھ رجسٹرڈ ضلع میں چلنے والے تمام پرائیویٹ اسکول طلبہ کو اردو پڑھانے کے لیے ضروری انتظامات کو یقینی بنائیں اور تعمیل کی رپورٹ بہار ایجوکیشن پروجیکٹ آفس کو فراہم کریں۔ اس معاملے میں آج کشن گنج کے کانگریس ایم ایل اے اظہار الحسین نے کہا کہ اس معاملے میں سیاست کرنا غلط ہے۔ انھوں نے کہا کہ کشن گنج ضلع ستّر فیصد اردو آبادی والا ضلع ہے اور یہاں کے اسکولوں میں اردو کو اختیاری مضمون ہونا چاہیے، اور پھر بہار کی دوسری سرکاری زبان اردو ہے تو پھر اردو کے ساتھ امتیازی سلوک کیوں؟ ایم ایل اے جناب اظہار الحسین نے کہا کہ میں اردو کے حقوق کی لڑائی لڑوں گا اور اس کے جائز حقوق کو یقینی بناؤں گا۔ ایم ایل اے جناب حسین نے کہا کہ اردو بولنے اور سمجھنے والے ہر فرد کو اس معاملے میں آگے آنا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ اس معاملے میں غلط سیاست کر کے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیوں کہ مذکورہ خط اردو پڑھنے والے طلبہ کے لیے تھا۔ اس معاملے میں کشن گنج ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کا کہنا ہے کہ یہ حکم خاص طور پر ان طلبہ کے لیے جاری کیا گیا ہے جو اردو پڑھنے میں دل چسپی رکھتے ہیں۔ (قومی تنظیم - پٹنہ)

دہلی میں ’ایک شام امیرؔ اکبرآبادی کے نام‘

عالمی مشاعرہ اور تقریب ایوارڈ

نئی دہلی (پریس ریلیز، 6 جنوری)۔ گذشتہ شب نئی آواز اور شکھر کے اشتراک سے تسمیہ اوڈیٹوریم، جامعہ نگر میں ایک باوقار ایوارڈ فنکشن اور عالمی مشاعرہ ’ایک شام امیر اکبرآبادی کے نام‘ سے منعقد ہوا جس میں اردو ادب کے جینوئن خدمت گاروں کی عزت افزائی کی گئی اور ان کی خدمت میں ایوارڈز پیش کیے گئے۔ افتتاح پروفیسر شہپر رسول (وائس چیئرمین اردو اکادمی، دہلی) نے کیا جب کہ صدارت ڈاکٹر سیّد فاروق (صدر تسمیہ آل انڈیا ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی) نے کی۔ پروفیسر شہپر رسول نے اپنے خطاب میں کہا کہ اردو کے ایسے لوگ جو واقعی ادب کی خدمت کر رہے ہیں ان کی زندگی میں ہی ان کی عزت افزائی کرنے کی یہ کوشش قابلِ ستائش ہے۔ انھوں نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جینوئن تخلیق کاروں کو نوازا جانا صحیح اصطلاح نہیں ہے بلکہ اُن کی خدمت میں اعزاز پیش کیا جانا صحیح اصطلاح ہے کیوں کہ نوازنے کی اصطلاح سے جینوئن تخلیق کاروں کی توہین ہوتی ہے۔ صاحبِ جشن امیر اکبرآبادی نے کہا کہ اس خوب صورت تقریب کا حصہ بن کر مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ یہ شام میرے لیے ایک ناقابلِ فراموش یادگار ہے۔ برسوں کی ریاضت کا صلہ ملتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔

تقریب کے ابتدائی حصے میں مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دینے والی شخصیات کی خدمت میں ایوارڈ اور سرٹیفکٹ پیش کیے گئے۔ اس موقعے پر انھیں شال بھی اوڑھا کر ان کی عزت افزائی کی گئی۔ ان میں عامر قدوائی (کویت)، فیروز احمد صدیقی، جاوید رحمانی، محمد وسیم انصاری اور ڈاکٹر تنویر احمد کے نام شامل ہیں۔ تقریب کے اس حصے کی نظامت محترمہ خوشبو پروین نے کی اور عمدہ انداز میں ایوارڈ یافتگان کا تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد وسیم جھنجھانوی کی نعت پاک سے مشاعرے کا آغاز ہوا۔ اس موقعے پر ملک اور بیرونِ ملک کے جن شعراے کرام نے اپنے کلام سے محظوظ کیا ان میں پروفیسر شہپر رسول، شیدا امروہوی، امیر اکبرآبادی (آگرہ)، عامر قدوائی (کویت)، پروفیسر محمد حسین (آگرہ)، شاہد انجم، جبار شارب (جھانسی)، تحسین منور، سلیم رہبر (جھانسی)، اجمل عارف اعظمی (ممبئی)، دلدار دہلوی، وسیم جھنجھانوی (مظفر نگر)، علما ہاشمی، حامد علی اختر، خوشبو پروین اور کنوینر مشاعرہ اعجاز انصاری کے نام شامل ہیں۔ مشاعرے کی نظامت کے فرائض حامد علی اختر نے انجام دیے۔

آخر میں کنوینر اعجاز انصاری نے مشاعرے کے اختتام کا اعلان کرتے ہوئے سبھی شرکا کو عشائیے پر مدعو کیا۔

آسرا ٹریننگ اکیڈمی کانکی نارہ کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات و مشاعرہ

کانکی نارہ کا رجسٹرڈ ادارہ آسرا ٹریننگ اکیڈمی کی سالانہ تقریب تقسیمِ انعامات و مشاعرہ بھاٹ پاڑہ میونسپلٹی کے صد سالہ پریم چند بھون میں 30 جنوری 2025 کی شام 5 بجے کامیابی سے انعقاد پذیر ہوئی۔ قومی گیت سے تقریبات کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد بھاٹ پاڑہ میونسپلٹی کے دو سی آئی سی حضرات کی موجودگی میں آسرا ٹریننگ اکیڈمی اور علاقائی اسکولوں کے طالبِ علموں کے درمیان کمپیوٹر اپلی کیشن و جنرل نالج پر مبنی کوئز تکمیل ہوا۔ کوئز کے بعد انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ جگتدل و کانکی نارہ کے صدر محترم عظیم انصاری (سابق افسر، حکومتِ ہند) کی صدارت میں مہمانان کی تقریریں ہوئیں اور پھر اس کے بعد ایک مشاعرے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ تقریبات کی نظامت کا فریضہ خواجہ احمد حسین نے انجام دیا۔ اس موقعے پر بھاٹ پاڑہ میونسپلٹی کے سی آئی سی شری امیت گپتا اور سی آئی سی جناب نور جمال، مقصود عالم (سابق وائس چیئرمین بھاٹ پاڑہ میونسپلٹی) حاجی عاطف جلیس، حاجی عبدالودود انصاری اور سعادت علی بیگ نے عالمانہ گفتگو کی۔ ڈاکٹر خورشید اقبال نے آرٹیفیشل انٹیلیجنس A.I. (مصنوعی ذہانت) پر جامع گفتگو کی۔ تالیوں کی گڑگڑاہٹ کے درمیان ڈرائنگ مقابلے کے تین ٹاپ امیدواروں کو وارڈ کاؤنسلر نور جمال اور امیت گپتا کے ہاتھوں انعام دیا گیا۔ اس کے بعد مشاعرے کا آغاز جناب خطاب عالم شاذ کے کلام سے ہوا۔ جناب سمیع الفت، میم عین لاڈلہ، علی شاہد دلکش، ڈاکٹر خورشید اقبال اور خواجہ احمد حسین مومن نے اپنے کلام سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ اسٹیج پر براجمان مہمانان کے ساتھ سامعین میں بیٹھے معزز مہمانان کے ہاتھوں آسرا ٹریننگ اکیڈمی کے سالانہ امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے سبھی طلبہ، ڈیبیٹ مقابلے میں اور کوئز مقابلے میں دس دس بہترین امیدواروں کو متفرق انعامات (گولڈ میڈل، سِلور میڈل اور سرٹیفکیٹ) سے نوازا گیا۔ صدرِ تقریب محترم عظیم انصاری کے صدارتی خطاب سے تقریبات کا سلسلہ انجام کو پہنچا۔ آسرا ٹریننگ اکیڈمی کے روحِ رواں حسرت جاوید نے پروگرام کی کامیابی کے لیے سبھی کا شکریہ ادا کیا۔ قومی ترانے پر پروگرام کا خاتمہ ہوا۔

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : **اندازِ سخن اور** (کلّیات)
شاعر : شاہد رضوی
ضخامت : 680 صفحات
قیمت : 600 روپے
ناشر : مکتبہ رضوی کراچی، پاکستان
تبصرہ نگار : پروفیسر شاہد کمال

E-mail: shhdkamal@yahoo.com.
Mob. 923003739850

ترقی پسند تحریک برِّصغیر میں تازہ ہوا کا وہ جھونکا تھا جس نے ادب کے چمن زار کو ایسی بہار عطا کی جس پر آج تک خزاں نہیں آئی۔ ہر دور میں اس خوش گوار جھونکے نے طرح طرح کے پھول کھلائے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ انجمن ترقی پسند مصنّفین کی ادبی سرگرمیوں نے لوگوں میں زندگی کو ایک نئی ڈگر پر لانے کی جو سعی تقریباً نوّے برس پہلے شروع کی تھی اس نے شعروادب کو ایک منفرد اسلوب فراہم کیا جس کی تازگی آج تک قائم ہے۔ ہر چند کہ اس تحریک نے عہدِ حاضر تک آتے آتے مختلف انداز کے نشیب و فراز دیکھے لیکن اس قافلے کے رہروانِ ادب کی رفتار دھیمی نہیں ہوئی اور آج بھی اس سے وابستہ لکھاریوں کی تحریر اسی اسلوب کا واضح اظہار ہوتی ہے جس نے اردو ادب کا رُخ موڑ دیا۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ترقی پسند تحریک نے اہلِ ادب اور خصوصاً شعرا کو دربار سے نکال کر اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سکھایا ورنہ اس سے پہلے غالبؔ جیسا انا پسند شاعر بھی دربار سے وابستگی کو باعثِ توقیر سمجھتا تھا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد نوابین اور راجا مہاراجوں کے دربار شعرا کے سلامِ و نیاز سے سجنے لگے وہ تو بھلا ہوا انجمن ترقی پسند مصنّفین کے قیام کا جس نے اس رویّے کا رُخ موڑ کر زندگی کے حقیقی معاملات کی طرف کر دیا اور لکھنے والے دربار سے نکل کر ادب کی شاہراہ پر تیز تیز قدم بڑھانے لگے اور اپنے مخصوص نظریے کے سبب ایک نئی تاریخ رقم ہونے کا آغاز ہوا۔ عہدِ حاضر تک آتے آتے اس قافلے میں سجاد ظہیر کے ساتھ پروفیسر احمد علی، رشیدہ جہاں، ڈاکٹر عبدالعلیم، منشی پریم چند، حسرت موہانی، مجروح سلطان پوری، کیفی اعظمی، علی سردار جعفری، مخدوم محی الدین، فیض احمد فیض، جوش ملیح آبادی، احمد ندیم قاسمی، سید سبط حسن اور خالد علیگ وغیرہ شامل ہوتے گئے اور ہر عہد میں ترقی پسندی کے اسلوب کی روشنی میں اپنے لفظ جگمگانے کی کوشش کرتے رہے۔

عہدِ حاضر میں ترقی پسندی کا ایک روشن نام شاہد رضوی ہے جس کی کلیات حال ہی میں 'اندازِ سخن اور' کے نام سے منظرِ عام پر آئی۔ گیٹ اپ کے اعتبار سے خوب صورت۔ اس کتاب کی خوبی اس کی قیمت کا نہایت مناسب ہونا ہے۔ فی زمانہ اتنی ضخیم کتاب کا اتنا کم قیمت ہونا ہی ادب دوستی کا ثبوت ہے کیوں کہ بہت سی کتابیں صرف اس لیے قارئین تک نہیں پہنچتیں کہ وہ قوتِ خرید سے باہر ہوتی ہیں۔ شاہد رضوی کی یہ کلیات ایک ایسے شاعر کے خیالات کا اثاثہ ہے جو آخری سانس تک اپنے نظریے سے وابستہ رہا۔ اس کتاب میں عمدہ نظمیں بھی ہیں اور اپنے روایتی احساس کی جدت سے گندھی غزلیں بھی، لیکن ان سب کے منظر میں مارکسزم کی گونج موجود رہتی ہے۔ شاہد رضوی کی یہ کلیات ان کے تین مجموعوں 'دشتِ حیراں'، 'قبائے جنوں' اور 'شہرِ وفا' پر مشتمل ہے۔ ان کے خیالات کا اظہار ترقی پسندی کے مخصوص اسلوب کا شاہد ہے۔ ان کے ہاں جمالیات، حقیقت پسندی کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی دکھائی دیتی ہے اور کہیں بھی اظہار کی روانی میں روکھا پھیکا پن نہیں آنے پاتا۔

میرا بچہ
جو دنیا میں آج ہی آیا ہے
توپوں کی گھن گرج سے ڈر کر سہم گیا ہے
اپنے جنگی نعرے اور بموں کے دھماکے بند کرو
میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں

شبِ سیاہ میں بستی کا چہرہ جلتا ہو
گلی گلی درودیوار سینہ چھلنی کیے
کھڑے ہوں نوحہ کناں
مگر غلامی اہلِ ستم قبول نہیں

اس کے علاوہ 'رشتے'، 'بلوچستان'، '1977'، 'ترنم عزیز' وغیرہ جیسی نظموں سے یہ کتاب مزین ہے جو اپنے عہد کی سیاسی اور سماجی تاریخ مرتب کرتی ہوئی چلتی ہے۔ ان کی نظموں کا یہ انداز ان کی غزلوں میں بھی بعینہٖ پایا جاتا ہے:

دیپ جلاؤ آندھی میں پھر بجھتے ہیں تو بجھنے دو
تھوڑی راہ تو روشن ہوگی تھوڑی دور تو جاؤ گے

ساری جبیں پہ سجدوں کے گٹے پڑے ہوئے
کیا خوب ہو رہا ہے یہاں آدمی کے ساتھ

بھوکے بچے دن بھر بہلے سنگباری کو کھیل سمجھ کر
جس نے انھیں بہلائے رکھا وہ دیوانہ مر ہی گیا

لعنت ہے اک نشاطِ ہوس کارِ اقتدار
اے کاش آدمی کے برابر ہو آدمی

اے راہروانِ مقتلِ جاں یہ بات سمجھنا لازم ہے
گر دستِ ستم کو روکنا ہے قاتل سے الجھنا لازم ہے

ہر ایک بات پہ پھرتے ہو اپنی بات سے تم
کچھ ایسی بات کرو اعتبار باقی رہے

اس طرح کے جدید اشعار سے یہ کتاب مزین ہے جو آپ کو عہدِ حاضر کے مسائل سے جڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور اپنی تازہ کاری کی دلیل بھی ہیں۔ اس کے علاوہ شاہد رضوی کے ہاں جدتِ ادا کے ساتھ واعظ پر خوب صورت طنز کی پرچھائیاں بھی ملتی ہیں جن میں ان کے اسلوب کی کاٹ موجود ہے:

بے سوچے آپ کرنے لگے ہیں مطالبہ
اسلامی عدل کا یہاں پرچم علم کریں
ایسا نہ ہو کہ تفرقہ بازی کے جرم میں
مولانا پہلے آپ کا ہم سر قلم کریں

جدید افکار اور جمالیاتی حس کی ہم آہنگی سے سجی اس کتاب کو کامریڈ امام علی نازش، وارث رضا، شبیر آزاد اور رعنا رضوی کے مضامین قاری کو مطالعے کی دعوت دیتے ہیں۔

رعنا رضوی جو شاہد رضوی کی صاحب زادی ہیں، انھوں نے اس کلیات کی اشاعت کا اہتمام کر کے اہلِ ادب کے لیے زندگی اور زندہ دلی کا میدان سجا دیا ہے جہاں لفظ و خیال کے موتی بکھرے پڑے ہیں جو پڑھنے والے کے لیے دعوتِ فکر بھی ہیں اور اذنِ مطالعہ بھی۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ کلیات ایک کھوئے ہوئے شاعر کو پھر سے ادب کے قارئین میں محبوب بنا دے گا۔

◆◆◆

نام کتاب : **غالب اور ترقی پسند تنقید**
مرتب : پروفیسر فاروق بخشی
سنہ اشاعت : 2024
ضخامت : 400 صفحات
قیمت : 500 روپے
ناشر : ایم. آر. پبلی کیشنز، نئی دہلی-110002
تبصرہ نگار : ڈاکٹر ابراہیم افسر

E-mail: ibraheem.siwal@gmail.com

ایک زمانہ گزرنے کے باوجود مرزا غالب کے کلام میں پنہاں نشاطیہ پیغام، فن و فلسفے کو محققین کے علاوہ ناقدین نے بھی اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ حالاں کہ بعض ناقدین نے اپنی تنقیدی تحریروں میں مرزا غالب کو فلسفی شاعر، بُت شکن شاعر، ترقی پسند نظریات کا مبلغ شاعر، عزم و استقلال کا شاعر، بے یار و مددگار شاعر، مغل دربار کا شاعر، قصیدہ خواں شاعر، سائنسی تجربات کو اپنی شاعری میں برتنے والا شاعر، دور بیں شاعر وغیرہ وغیرہ القاب سے یاد کیا۔ اور یہ سلسلہ ڈیڑھ صدی گزر جانے کے بعد بھی جاری و ساری ہے۔ بلاشک مرزا غالب کی شاعری عالمی سطح کی شاعری ہے۔ اُردو والوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ دنیا کے بڑے شاعروں میں مرزا غالب کا شمار ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب 'غالب اور ترقی پسند تنقید' (اشاعت 2024) میں پروفیسر فاروق بخشی نے مرزا غالب سے متعلق ترقی پسند تحریک کے سرگرم اور معتبر ناقدین کے مضامین کو یک جا کیا ہے۔ بنیادی طور پر پروفیسر فاروق بخشی کی شناخت افسانہ نگار، شاعر، استاد، مترجم اور نقاد کی ہے۔ ان کے تحقیقی مقالے 'ساغر نظامی: حیات و کارنامے' کو ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ کیفی اعظمی کی حیات و شخصیت پر ان کی ترتیب کردہ کتاب 'اُردو شاعری کا سرخ پھول' کی بھی خوب پذیرائی ہوئی ہے۔ 'پلکوں کے سائے، اداس لمحوں کا موسم، وہ چاند چہرہ سی ایک لڑکی' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ ان کے تنقیدی مضامین کے مجموعوں میں 'مفاہیم، معانی و مطالب، تفہیم و ترسیل' قابلِ ذکر ہیں۔ موصوف طالبِ علمی کے زمانے سے ہی غالب پرست رہے ہیں۔ فاروق بخشی نے اپنے پیش لفظ میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ غالب ان کے پسندیدہ شاعروں میں سے ہیں اور ان کے کلام نے ان کے ذہنی شعور کو جلا بخشی ہے۔ یہاں تک کہ میرٹھ کالج میرٹھ میں جب وہ زیرِ تعلیم تھے تو ان کے اُستاد ڈاکٹر بشیر بدر نے غالب کے اشعار کے انوکھے اور مختلف مطالب و مفاہیم سے انھیں روشناس کرایا۔ انھوں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ وہ غالب پر ایک کتاب لکھنا چاہتے تھے تا کہ غالب شناسوں میں ان کا نام درج ہو جائے۔ پروفیسر صادق کی ایما اور مشورے پر انھوں نے اس کتاب کا ڈول ڈالا۔ فاروق بخشی کی کاوشوں کا ثمرہ 'غالب اور ترقی پسند تنقید' کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ پروفیسر صادق نے فاروق بخشی کی اس اہم ادبی تالیف اور کارنامے کے بارے میں لکھا ہے:

> ''زیرِ نظر کتاب 'غالب اور ترقی پسند تنقید' ان کی حالیہ کتاب ہے جس میں اس اچھوتے موضوع پر تقریباً تمام اہم ترقی پسند ناقدین کے بہترین مضامین شامل ہیں۔ ان کے مطالعے سے غالب کے ذہن کی وہ پرتیں کھلتی ہیں جنھیں غالب کو جاگیردارانہ سماج کی پیداوار قرار دینے کے باوجود ترقی پسند تنقید نظر انداز نہیں کر سکی تھی۔ اس الگ اور منفرد کتاب کی تالیف پر میں نے ہی انھیں ذہنی طور پر آمادہ کیا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ انھوں نے میری خواہش کا احترام کیا۔'' (کتاب کی پشت پر درج رائے)

فاروق بخشی نے زیرِ نظر کتاب پر 54 صفحات پر مشتمل مربوط،

مبسوط اور مدلل مقدمہ تحریر کیا ہے۔ اس مقدمے میں جہاں ایک جانب انھوں نے مرزا غالب کی شاعری اور نثر دونوں پر اظہارِ خیال کیا وہیں کتاب میں شامل مضامین کا ناقدانہ تجزیہ قارئین کے سامنے پیش کیا۔ پروفیسر فاروق بخشی نے اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے کے اسباب اور ترقی پسند ناقدین کا غالب کے تئیں کیا رویّہ رہا، پر اپنے نقطۂ نظر کو واضح کرتے ہوئے لکھا:

> ''ترقی پسند تنقید نگاروں نے جن عوامل کے ساتھ اپنی تنقید کو اُجاگر کیا اس کی وضاحت اور تفصیل بھی لازمی ہے۔ چناں چہ اسی پس منظر میں اس کتاب کی تدوین کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کیا جا رہا ہے کہ غالب پر تنقید کرنے والے اہم قلم کاروں نے ترقی پسندی کے بعد کلیم الدین احمد اور شمس الرحمٰن فاروقی نے بھی اپنے قلم کا حق ادا کیا۔ اس کتاب کی تدوین کا مقصد ہی یہی ہے کہ ''غالب اور ترقی پسند تنقید'' کی ضرورت اور اہمیت کو واضح کیا جائے تا کہ اُردو کے قارئین کو اندازہ لگانے میں سہولت ہو کہ دوسرے ناقدین نے غالب کی پذیرائی کس انداز سے کی اور ترقی پسند نقادوں نے غالب کے موقف کو کس پس منظر میں واضح کیا ہے۔ اس حقیقت کو نمایندگی دینے کے لیے 'غالب اور ترقی پسند تنقید' کے زیرِ عنوان اہم ترقی پسند قلم کاروں کی نگارشات کو یکجا کیا جا رہا ہے تا کہ ادب دوستوں کے مطالعے میں ترقی پسند تنقید کے پس منظر میں ان حقائق کو پیش کیا جائے، جس کے توسط سے ترقی پسند تنقید اور غالب کی شخصیت اور ان کے عہد کو نمایاں کرنے میں سہولت فراہم ہو جائے۔''

(غالب اور ترقی پسند تنقید، ایم. آر. پبلی کیشنز، نئ دہلی، 2024، ص46 تا 47)

پروفیسر عتیق اللہ نے زیرِ نظر کتاب کا مجموعی احاطہ اپنے تاثرات میں کیا ہے۔ انھوں نے اپنے تاثرات میں اس بات کو واضح کیا کہ پروفیسر فاروق بخشی پروفیسر قمر رئیس کے چہیتے شاگردوں میں سے تھے۔ پروفیسر قمر رئیس کو فاروق بخشی سے بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ وہ اپنے اُستاد کی اُمیدوں پر کھرے اُترے ہیں۔ پروفیسر عتیق اللہ نے کتاب میں شامل مضامین کے بارے میں لکھا کہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان مضامین میں غالب کو ایک ترقی پسند کے طور پر سمجھنے کے بجائے مجموعاً ان کی فکر کی معنی خیزی، ان کی بلیغ دور فہمی، ان کی وسیع النظری اور اس معنویت کے مختلف پہلوؤں کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ہر دور کی حسیت سے مربوط ہو جاتی ہے۔ (ایضاً، ص14)

پروفیسر فاروق بخشی نے زیرِ نظر کتاب میں ترقی پسند تحریک سے وابستہ ناقدین کے 22 مضامین کو شامل کیا ہے۔ فاضل مضمون نگاروں میں سجاد ظہیر، سید احتشام حسین، محمد حسن، سردار جعفری، فیض احمد فیض، مجنوں گورکھپوری، عبادت بریلوی، ظ۔ انصاری، ممتاز حسین، قمر رئیس، آلِ احمد سرور، کرشن چندر، سید محمد عقیل، علی احمد فاطمی، پروفیسر صادق، اصغر علی انجینئر، راج بہادر گوڑ اور علی جاوید کے اسما قابلِ ذکر ہیں۔ فاضل مضمون نگاروں میں سجاد ظہیر خود ترقی پسند تحریک کے بانیان میں سے ہیں۔ احتشام حسین، آلِ احمد سرور، عبادت بریلوی، مجنوں گورکھپوری اور ممتاز حسین کی تنقیدی حیثیت، مقام و مرتبے سے ہم سب واقف ہیں۔ کرشن چندر خود لیجینڈ فکشن نگار تھے۔ فیض احمد فیض اور سردار جعفری وغیرہ شعرا نے اس تحریک کو اپنے خونِ جگر سے سینچا تھا۔ قمر رئیس، سیّد محمد عقیل، علی احمد فاطمی، اصغر علی انجینئر، راج بہادر گوڑ، علی جاوید اور صادق نے اپنے پیش رووں کے نقشِ قدم کا تتبع کیا۔

اس کتاب کے منظرِ عام پر آنے سے قارئین غالب کی شاعری میں ترقی پسند ناقدین کی دل چسپی کے اہم عناصر سے بھی واقف ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی فاروق بخشی کی غالب شناسوں میں اپنا نام لکھوانے کی دلی خواہش بھی پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ چوں کہ فاروق بخشی کا زاد بوم میرٹھ ہے اور میرٹھ سے غالب کا تعلق بہت گہرا رہا ہے۔ یہاں پر ان کے مداحوں اور شاگردوں کی بڑی تعداد موجود تھی۔ خود میرٹھ میں غالب نواب شیفتہ سے ملاقات کرنے آئے تھے۔ قاطعِ برہان کے قضیے میں مرزا رحیم بیگ کی تنقیدی کتاب 'ساطع برہان' نے غالب کو خوب پریشان کیا۔ عودِ ہندی کی اشاعت اور مولانا شوکت میرٹھی کی شرح دیوانِ غالب بھی اسی شہر سے شائع ہوئیں۔ شوکت سبزواری نے فلسفۂ کلامِ غالب میں غالب کے نظریات و افکار میں موجود فلسفے پر تحقیقی و تنقیدی گفتگو کی ہے۔ اس لحاظ سے فاروق بخشی نے زیرِ نظر کتاب کو مرتب کر کے میرٹھ میں غالب شناسی کی روایت کو مزید مستحکم کیا ہے۔

◆◆◆

بقیہ: 'وکست بھارت کا وژن اردو زبان کا مشن' کے بنیادی تھیم کے تحت قومی اردو کونسل کی عالمی اردو کانفرنس

(بقیہ صفحہ 4 سے آگے)

شامل کیا جانا ضروری ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہندوستانی عناصر کی نمائندگی، سائنسی تغیرات اور ہندستانی و عالمی زبانوں سے ترجمہ اکیسویں صدی میں اردو کا منشور ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر شمس اقبال نے کہا کہ وکست بھارت مہم میں اردو زبان کا بھی اہم رول ہوگا، اسی وجہ سے کونسل کی ساتویں عالمی اردو کانفرنس کا مجوزہ موضوع 'وکست بھارت کا وژن اردو زبان کا مشن' ہے۔ اس موضوع میں نہ صرف اردو کے ادبی پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، بلکہ موجودہ ہندستان کی ضروریات اور ترقی یافتہ ہندستان کی تعمیر میں اردو کے کردار کو خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس کانفرنس میں غیر روایتی طور پر مقالہ نگاری کے ساتھ انٹرایکٹیو سیشنز بھی رکھے جائیں گے اور یہ کانفرنس نہ صرف اردو زبان کے فروغ بلکہ حکومتِ ہند کے وکست بھارت کے خواب کی تعبیر کے حوالے سے ایک با مقصد روڈ میپ پیش کرے گی۔

اس موقعے پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر پروفیسر مظہر آصف نے مجوزہ موضوع سے اتفاق کرتے ہوئے کانفرنس کی مقصدیت پر زور دیا اور کہا کہ ہماری نگاہ اس کے نتائج پر ہونی چاہیے اور اس کانفرنس میں اساتذہ و سینئرز کے ساتھ نئ نسل کے اسکالرز کو بھی ضرور مدعو کیا جانا چاہیے تا کہ موضوع کے تعلق سے نئے خیالات سامنے آسکیں۔

کونسل کے سابق ڈائرکٹر اور آئی سی ایس ایس آر کے سکریٹری پروفیسر دھننجے سنگھ نے بھی موضوع کی انفرادیت کو سراہا اور کہا کہ ہم اگر زبان کی ترقی کے لیے کام کریں گے تو اس سے یقیناً ادب کا بھی فروغ ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ وکست بھارت کا بنیادی ہدف اقوامِ متحدہ کے پائدار ترقی کے اہداف کو حاصل کرنا ہے اور اس سلسلے میں اردو زبان بھی اپنا رول ادا کرسکتی ہے۔ انھوں نے اس کانفرنس میں اردو کے ساتھ دیگر زبانوں کے اسکالرز کی شمولیت پر بھی زور دیا۔ پروفیسر اعجاز علی ارشد نے بھی عصری ترقیات و تغیرات سے اردو کی ہم آہنگی پر زور دیا اور اس حوالے سے عربی فارسی کے ساتھ ہندستان کی علاقائی زبانوں سے استفادہ اور نئ نسل کو اس کے لیے تیار کرنے پر زور دیا۔ پروفیسر حسنین اختر (صدر شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی) نے کہا کہ آج کے بدلتے حالات میں کسی بھی زبان کی ترقی کے لیے سائنٹفک اپروچ اختیار کرنا ضروری ہے اور ہمیں توقع ہے کہ 'وکست بھارت کا وژن اردو زبان کا مشن' ایک ایسا موضوع ہے جس میں تمام ممکنہ پہلو زیرِ بحث آسکتے ہیں۔ پروفیسر احمد محفوظ (صدر شعبۂ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے کہا کہ یہ عنوان بہت مناسب ہے اور خوش آہنگ بھی ہے، انھوں نے کہا کہ آج کے دور میں اردو کو بحیثیت زبان فروغ دینے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے نئے وسائل اختیار کرنے کے ساتھ ہندستان کی علاقائی ثقافتوں کو بھی جوڑنے کی ضرورت ہے۔ توقع ہے کہ اس کانفرنس میں اس حوالے سے نہایت کارگر نکات سامنے آئیں گے۔ پروفیسر مشتاق قادری (شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی) نے کہا کہ کسی بھی زبان کی کماحقہٗ ترقی کے لیے اسے محض درس و تدریس کے دائرے سے نکال کر عملی دنیا میں برتنا ضروری ہے، قومی ترقی میں بھی وہ زبان تبھی اپنا رول ادا کرسکتی ہے اور 'وکست بھارت کا وژن اردو زبان کا مشن' ایک ایسا موضوع ہے جس میں اس حوالے سے اہم اور قابلِ عمل نکات سامنے آسکتے ہیں۔

ان کے علاوہ ڈاکٹر سید مشیر عالم (اڈیشہ) اور ڈاکٹر عبداللہ امتیاز (صدر شعبۂ اردو ممبئ اردو یونیورسٹی) نے بھی مجوزہ موضوع سے اتفاق کرتے ہوئے اس کی افادیت پر روشنی ڈالی۔ اس موقعے پر ڈاکٹر کلیم اللہ (ریسرچ آفیسر)، جاوید عالم (ٹیکنیکل اسسٹنٹ) اور محمد افروز وغیرہ بھی موجود رہے۔ ◆◆

اردو میں بچوں کے ادب پر گراں قدر انعامی مقابلے برائے 2025

'بچوں کا ادبی ٹرسٹ' نے انجمن ترقی اردو (ہند) کی سرپرستی اور تعاون کے ساتھ بچوں کے ادب پر، دو سال میں ایک بار، گراں قدر انعامات دینے کا جو سلسلہ 2016 سے شروع کیا ہے اس کا چوتھا مقابلہ 2025 میں منعقد کیا جا رہا ہے۔ یہ انعامات صرف غیر مطبوعہ نثری تحریروں یعنی مسودوں پر دیے جائیں گے۔ اِن مقابلوں کا مقصد اردو میں بچوں کے ادب پر طبع زاد، جدید اور اچھے مسودے تیار کرانا ہے۔ ہر دو سالہ مقابلے میں تین انعامات دیے جائیں گے جو پچاس ہزار (50,000)، پچیس ہزار (25,000) اور دس ہزار (10,000) روپے کی رقم کے ہوں گے۔

2025 کے مقابلے میں مسودے جمع کرانے کی آخری تاریخ 31 مئی 2025 مقرر کی گئی ہے۔ فارم داخلہ اور 2025 مقابلے کے بارے میں دیگر تفصیلات انجمن ترقی اردو (ہند) کے کارکن جناب محمد ساجد، ایگزیکیٹو اسسٹنٹ ٹو جنرل سکریٹری (سیل فون نمبر 08178972480) سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ نیز ابتدائی معلومات کے لیے 'بچوں کا ادبی ٹرسٹ' کے سابق سکریٹری سید غلام حیدر سے بھی رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے جن کا سیل فون نمبر : 08595092948 ہے۔

(سیّد غلام حیدر، سابق سکریٹری، بچوں کا ادبی ٹرسٹ) (08595092948)

تیز دھوپ کا مسافر سایے میں جا پہنچا

ڈاکٹر تابش مہدی مرحوم

پروفیسر محسن عثمانی

گلشنِ ہستی میں جتنے قسم کے پھول کھلتے ہیں ان میں سب سے زیادہ حسین، دیدہ زیب اور خوشبودار پھول وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق ادب وشعر سے ہو یا فکری رہنمائی سے ہو یا اصلاحِ عوام سے ہو۔ ہمارے سماج میں جو لوگ فکری رہنمائی کرتے ہیں یا شعروادب سے ان کا تعلق ہوتا ہے یا جو انسانوں کی رہنمائی اور روحانی تربیت کرتے ہیں، وہ انسانی سماج میں صفِ اوّل کے لوگ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اہمیت ان کو دی جاتی ہے جنھوں نے سیاست کے ایوانوں میں اپنی جگہ بنائی ہو یا مال ودولت اور سیم وزر کا خزانہ اپنے لیے جمع کرلیا ہو۔ جناب ڈاکٹر تابش مہدی ایک بہترین انسانی صفات کے حامل، ادب وشعر کے میدان کے بطلِ جلیل اور غیر معمولی طور پر شریف اور شائستہ انسان تھے۔ بہت اچھے شاعر وادیب تھے لیکن اسی کے ساتھ قرآن مجید سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ وہ فنِ قرأت کے ایک ممتاز عالم تھے اور اسی کے ساتھ زبان وادب پر بھی ان کو غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ صحیح لفظ کیا ہے؟ اور لفظ کا املا کیا ہے؟ ان چیزوں پر ان کو ماہرانہ قدرت حاصل تھی۔ کسی لفظ کا صحیح استعمال کیا ہونا چاہیے؟ اور لوگ لکھنے میں کیا غلطیاں کرتے ہیں؟ اس کا جاننے والا اور بتانے والا رخصت ہوگیا۔

اچھے اچھے صاحبِ قلم ڈاکٹر تابش مہدی صاحب سے مشورہ کرتے تھے۔ الفاظ اور جملوں کی بناوٹ کے بارے میں ان کی راے جاننا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر تابش مہدی بہت باہمہ وبے ہمہ شخص تھے:

شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق

آپ بہت اچھے شاعر تھے اور بہت اچھے نعت گو شاعر بھی تھے۔ چمنِ سیرت کا ایک بلبلِ خوشنوا، کانوں میں شہد گھولنے والی آواز کا مالک رخصت ہوگیا، بہترین ترنم اور اسٹیج پر اپنی خوشنوائی سے وہ جادو جگا دیتے تھے۔ ہندستان اور بیرونِ ہند ان کو مشاعروں میں بلایا جاتا تھا۔

ڈاکٹر تابش مہدی بہت اچھے ادیب بھی تھے، بہت بڑے ناقد بھی تھے۔ ان کی ادبی وتنقیدی مضامین کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے کلام کے بھی کئی مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں صحافی بھی تھے، مصنف بھی تھے، تحقیق وتصنیف کے میدان میں بھی ان کی قابلِ ذکر خدمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں غیر معمولی مقبولیت سے نوازا تھا۔ ہند وبیرونِ ہند میں بھی مختلف اصنافِ سخن کے پروگرام میں ان کو بلایا جاتا تھا، لیکن جب کوئی ان سے ملنے آتا تو اس قدر تواضع وخاکساری کے ساتھ ملتے جیسے ان کی دنیا میں کوئی حیثیت ہی نہ ہو۔ ’نہد شاخ پر میوہ سر برزمیں‘ کا نمونہ، حسنِ اخلاق کا مجسمہ، پاک طینت پاک نہاد۔ ہردو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز۔

راقمِ سطور کا ان سے تعلق بہت پرانا ہے، کم از کم ربع صدی کا ہوگا۔ انھوں نے اس تعلق کی بنا پر اپنی کئی کتابوں پر ہم سے مقدمے لکھوائے اور ہماری کئی کتابوں پر انھوں نے اخبارات ورسائل میں تبصرے شائع کیے۔ ان کے تبصروں کو معروف صحافی معصوم مرادآبادی نے اپنی کتاب ’پروفیسر محسن عثمانی ندوی کی تصنیفات: اہلِ علم وادب کی نظر میں‘ شامل کیا ہے۔ ہماری ان کتابوں پر جن کا تعلق شعروادب سے ہے، انھوں نے بہت اچھا اور بلیغ تبصرہ کیا ہے، جیسے ’کلیم احمد عاجز – وہ ایک شاخ نہال غم‘ پر ان کا تبصرہ، یا ’اردو کا تحفظ اور ہماری ذمہ داریاں‘ پر ان کا تبصرہ، یا مولانا آزاد پر راقمِ سطور کی کتاب ’تقدیرِ امم کا رازداں‘ پر ان کا تبصرہ بہت فاضلانہ ہے، یہ سارے تبصرے راقمِ سطور کے لیے سرمایۂ عزت وافتخار ہیں۔

ڈاکٹر تابش مہدی سے راقمِ سطور کا خاص دیرینہ تعلق تھا۔ دارالعلوم ندوۃ العلما میں رابطۂ ادبِ اسلامی کے دفتر سے ’کاروانِ ادب‘ کے نام سے ایک مجلّہ شائع ہوتا رہا ہے، جس کی ادارتی ذمے داریاں مشترکہ طور پر ہم دونوں پر تھیں اور ہم دونوں لکھنؤ جاتے اور ندوے میں کئی دن قیام کرتے۔ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندویؒ ہم لوگوں کی آمد پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے اور رسالے کے مضامین کو مرتب کرنے کے بعد ہم لوگ دہلی واپس آجاتے۔

ان کی صاحب زادی ڈاکٹر ثمینہ تابش، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں شعبۂ عربی میں استاذ ہیں۔ انھوں نے ایک مشہور عرب ادیب میخائل نعیمہ کی تنقید کے موضوع پر کتاب ’الغربال‘ کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ اس اہم کتاب پر انھوں نے مجھ سے مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی ان کو ہماری عزت افزائی منظور تھی اور پھر یہ کتاب اس ناچیز کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوئی اور انھوں نے اس مقدمے کو کافی سراہا۔

قرآنِ مجید سے ڈاکٹر تابش مہدی کا بہت گہرا تعلق تھا اور فنِ تجوید پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ بہت سے طالبِ علموں کو انھوں نے تجوید سکھائی، محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے رگ وپے میں جاری وساری تھی، جس کا اظہار ان کے نعتیہ اشعار میں بھی ہوتا رہتا ہے اور جس کے ہر لفظ سے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی ہے۔ انھوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ سے اردو میں پی ایچ ڈی کی تھی۔ انھوں نے اردو اکیڈمی دہلی اور بہار اردو اکیڈمی سے اعزازات حاصل کیے۔ انھیں علامہ اقبال عالمی ایوارڈ براے خدمتِ اردو ادب دیا گیا۔ ان کے بہت سے شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں نقشِ اول، لمعاتِ حرم، سرورِ حجاز، سلسبیل، صبحِ صادق اور رحمتِ تمام وغیرہ ان کی نعتیہ شاعری کے مجموعے ہیں۔ تنقید کے موضوع پر بھی ان کی بہت سی اچھی کتابیں ہیں۔ اردو تنقید کا سفر، نقدِ غزل اور تنقید وترسیل نے ادب وتنقید کی دنیا میں اپنی جگہ بنائی ہے شفیق جونپوری پر بھی ان کی کتاب ہے اور اسی طرح ان کی ایک ادبی کتاب کا نام ہے حالی، شبلی اور اقبال۔

ڈاکٹر تابش مہدی صالح افکار وخیالات کے حامل انسان تھے۔ اللہ مغفرت کرے، مرنے والے میں بہت سی اہم خوبیاں تھیں۔

D9/2، ملّی ٹائمس اسٹریٹ، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-110025
E-mail: profmohsinusmani@gmail.com

اردو ہندی ڈکشنری
انجمن ترقی اردو (ہند)
قیمت: 350 روپے

مدیر : **اطہر فاروقی**
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی-٦
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

Printed and Published by ***Abdul Bari*** on behalf of Anjuman Taraqqi Urdu (Hind), Urdu Ghar, 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002 and Printed at Javed Press, 2096, Rodgran, Lal Kuan, Delhi-110006, Editor: ***Dr Ather Farouqui***